جناب ابرار خٹک*

مولانا محمد ابراہیم فانیؔ

''تا نہ پنداری کہ تنہا می روی!''

انھیں فنا ہونا ہی تھا کیونکہ کسی فانی کو اپنے فنا ہونے کا اتنا شاید ہی یقین ہو، جتنا فانیؔ کو تھا۔عربی زبان وادب کے لامتناہی ذخیرے میں انھوں نے اپنے تخلص کے لیے جس لفظ کا انتخاب کیا وہ ''فانیؔ'' تھا کہ تیقن کی حد تک انھیں فنا ہونے کا احساس تھا۔اے وائے! ہم کہ یوں جی رہے ہیں جیسے ''فانیؔ'' کے رستے پر جانا ہی نہیں؟

فانی صاحبؔ آہنگ سے کہیں زیادہ فرہنگ کے آدمی تھے،لفظ و معنی کا شعوری ادراک ان کو جس طرح ودیعت ہوا تھا، بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔وہ شخص ہی عجب تھا،غضب کا سخن فہم،ادب شناس ،نکتہ سنج اور عالمِ باکمال۔ دل، قرآن و حدیث میں ڈھلا ہوا ،روح ،زبان وادب کی شیدا اور تن سادگی کا عملی نمونہ؛ان تینوں کے امتزاج کا نام مولانا ابراہیم فانیؔ تھا۔وہ حقیقی معنوں میں عالمِ اقدار وروایات تھے،والدمرحوم نے جہاں بٹھایا وہاں سے جنازہ اٹھا، جامعہ حقانیہ ،اکوڑہ خٹک میں اسلاف کی روایات کے امین،تقریر ،تحریر وتبلیغ کے ماہر،نفسیات و طریقہ ہائے تدریس میں بے مثل، کتب بینی وانشاپردازی ان کا اوڑھنا بچھونا،فنِ شعر کے نباض و امام،علم الاعداد و عروض میں یکتائے عصر۔

درمیانہ قد،کھلی پیشانی ، ہلکے آبرو،سفید رخسار،ہلکا بدن،لمبی مگر چھدری داڑھی،سر پر موسمی ٹوپی،عینک لگائے فانیؔ صاحب یاد آتے ہیں تو بے ساختہ ان کے علمی و ادبی زمزمے بھی ذہن پر نقش ہونے لگتے ہیں،علم وادب،تاریخ وفلسفہ، کے کتنے رنگ تھے جو ان کی زبان سے قلب و روح کے لوح پر نقش ہوئے،مگر فانیؔ صاحب کو بھولنا ممکن نہیں کہ وہ اپنی یاد خود دلاتے رہیں گے۔دارالعلومِ حقانیہ نے شاید ہی ان جیسا سپوت دیکھا ہو، جو نکتہ رس بھی تھا،نکتہ سنج بھی ،فصاحت و بلاغت کی گہرائیوں میں اترنے والا بھی اور علم بیان و بدیع کا شناور بھی۔شعر وادب کا جو ذوق ان کو ودیعت ہوا تھا،انہی کا خاصہ رہا' اور اس مادرِ علمی میں جہاں گلستانِ نبوت ﷺ کے منتخب پھول ،مختلف

---

* استاد شعبۂ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج ،نوشہرہ abrar.khattak@yahoo.com

رنگ اور خوشبو کے ساتھ ملتے ہیں، فانی صاحبؔ کا رنگ شعر و ادب، ذوق و شوق کے حوالے سے سب میں نمایاں رہا۔عربی، فارسی اردو اور پشتو زبان پر بے مثل عبور؛ ان زبانوں کا ادب ان کی زبان اور قلم کے نوک پر رہا۔صرف و نحو سے لے کر احادیث کی مستند کتابوں تک، فانؔی صاحب علم و ادب کے بحر ذخار کی حیثیت رکھتے تھے اور ان کی کمی دیر تک محسوس کی جائے گی۔

فانؔی صاحب سے میری پہلی ملاقات سراج الاسلام سراجؔ صاحب کے توسط سے ہوئی، قومی شاہراہ کے سامنے لوہے کی جالیوں کے پیچھے دارالعلوم کے شیوخ کے مکانات' یا یوں کہیے علم کدے تھے، فانی صاحب کا علم کدہ مغرب کی طرف تھا جس کے سامنے دائیں طرف، سڑک کی طرف کھلنے والا ایک گیٹ بھی تھا جو عموماً بند ہوتا، اور فانی صاحب کے مکان کی طرف جانے کیلئے دارالعلوم کی مسجد کی گنبد کے سامنے والا گیٹ ہی استعمال ہوتا۔سراج صاحب کبھی کبھی انھیں فرماتے کہ آپ کا ٹھکانہ باہر سے یوں لگتا ہے گویا پنجرے میں قید ہوں، تاہم پہنچ کر آپکے ساتھ بیٹھتے ہیں تو خیاباں کا احساس ہوتا ہے۔جس وقت وہ مکانات توسیعِ مسجد کی خاطر ڈھائے گئے اور فانؔی صاحب کا قیام ہاسٹل کی طرف منتقل ہوا تو انھیں شدید تکلیف ہوئی، کیونکہ ان دنوں ان کے پاؤں کی ایک انگلی کٹ گئی تھی، اور سیڑھیاں چلنا انتہائی دشوار ہوگیا تھا۔

سراج صاحب مرحوم کی معیت میں فانؔی صاحب کے مہمان خانے پہنچے، استقبال ہوا، دیر تک معانقہ ہوتا رہا، جیسا کہ ان کی عادت تھی، ایک ہی سانس میں ساری خیریات پوچھتے رہے۔کیسے ہو، طبیعت کسی ہے، ٹھیک ٹھاک.... دیر تک مختلف موضوعات پر گفت گو ہوتی رہی، قہوے کے دور چلتے رہے۔وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا۔اس کے بعد معمول کا آنا جانا شروع ہوا، ہر دوسرے، تیسرے دن سراجؔ صاحب کی طرف آنا جانا ہوتا، تو فانؔی صاحب کے ہاں بھی سلام کے لیے حاضر ہوجاتا، الحق پر گفتگو ہوتی، ادبی مباحث ہوتے، اور یہ سلسلہ طویل عرصے تک جاری رہا، یہاں تک کہ ان کی بیماری نے شدت پکڑی، اور وہ ہاسٹل منتقل ہوگئے، ایک دو بار ہاسٹل بھی جانا ہوا مگر وہاں فانؔی صاحب کی تکلیف اور جگہ کی تنگ دامنی کا احساس ہوتا رہا، اس لیے جانا موقوف کردیا۔پھر زیادہ ملاقاتیں جامعہ میں ہوتیں، جہاں انہوں نے ایک کمرہ مخصوص کرلیا تھا۔سراج صاحب کی وفات کے بعد ہماری ملاقاتیں، نشستیں اور بھی بڑھ گئیں، کیونکہ ان کے جانے کا غم اور ماتم ہمارا مشترکہ تھا، ہر بار انھیں یاد کرکے افسوس کرتے، بلندیِ درجات کی دعا کرتے اور یاداشتیں تازہ فرماتے۔الحق میں سراج صاحب کے متعلق میرا لکھا ہوا خاکہ ''پیرِ مشرق: سراج الاسلام سراجؔ' شائع ہوا تو بڑی ستائش اور حوصلہ افزائی فرمائی، ملاقات میں فرمایا: خاکہ پڑھتے ہوئے ایک بات کا احساس شدت سے ہوا۔کاش! پڑھتا اور کبھی ختم نہ ہوتا'' فانؔی صاحب سراج صاحب کے متعلق کہا کرتے تھے کہ پہلے زمانے میں لوگوں کا خیال ہوتا کہ جس نے گلستان، بوستان نہیں پڑھی وہ محفلوں میں نہ

بیٹھیں ،میں کہتا ہوں جو سراؔج کی محفل میں نہ بیٹھا ہو اس میں محفل کے آداب کا ادراک اور نہ ہی شعر و ادب کا صحیح ذوق پیدا ہوسکتا ہے۔ ع ''ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے''

ایک دفعہ ایک فارسی خط ان کی خدمت میں پیش کیا ،جس میں میرے لیے ابلاغ کے حوالے سے مشکل کا سامنا تھا،فانؔی صاحب نے ایک نکتے سے تفہیم کے رستے کھول دیے۔علم الاعداد پر انتہا کی حد تک عبور حاصل تھا،ایک دفعہ استاذی جناب سراج الاسلام سراؔج صاحب مرحوم کا قصہ سنایا کہ سردی میں رات کے دس بجے دروازہ کھٹکھٹایا گیا ،اٹھ کر کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مرحوم سراج الاسلام سراؔج صاحب ہیں ۔میں (فانؔی صاحب) نے پوچھا مولانا! حیرت ،اس وقت ؟ کہا تقویم کے حوالے سے ابجد کا ایک مسئلہ درپیش ہے،حل نہیں ہو رہا۔آپ کی خدمت میں لایا ممکن ہے آپ گھتّی سلجھائے؟ فانی صاحب کا کہنا تھا کہ (استاذِ محترم آپ تو اس فن میں امامت کا درجہ رکھتے ہیں ،اگر آپ سے حل نہ ہوا تو میں کیسے حل کرسکوں گا؟ تاہم آپ بے فکر ہو جائیں میں اپنی کوشش کرلوں گا۔اتفاقاً فوری طور پر وہ نکتہ حل کیا اور صبح ان سے ملاقات ہوئی تو ان کی خدمت میں پیش کردیا ،فانؔی صاحب کا کہنا تھا کہ سراج الاسلام سراؔج صاحب صاحب دیر تک میرے کندے پر تھپکیاں دیتے رہے اور ساتھ ہی تعریف کے بے ساختہ جملے بھی ان کے زبان سے ادا ہوتے رہے۔افسوس اب نہ فانؔی رہے اور نہ ہی سراج الاسلام سراؔج صاحب؛ یہ لوگ بھی غضب تھے....!!

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے؟

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ سراج الاسلام سراؔج صاحب اور میں (فانؔی صاحب) شدید موسم میں بیٹھ کر شعر و ادب پر گفت گو کر رہے تھے،سراج صاحب نے کہا کہ یہ لوگ (رستے پر چلنے والے) کیا کہیں گے کہ سارا دن یہ کیا قافیہ و ردیف ،غالؔب و بیدؔل ،حافؔظ و سعدؔی ،خوشحاؔل و رحماؔن پر وقت ضائع کرتے ہیں؟

فانؔی صاحب نے فرمایا کہ ہم یہ تصور کرتے ہیں کہ شعر و ادب میں ایسے لازوال و باکمال شعراء اور اشعار موجود ہیں مگر افسوس لوگ ان خزانوں؛ لذت ،گہرائی ،اندازِ بیاں اور کیفیتِ تاثر سے محروم ہیں؟

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

فانؔی صاحب نے علم و ادب کا جو خزانہ چھوڑا ہے اس کا علمی و ادبی مقام انتہائی اعلیٰ ہے اور ثقہ سے ثقہ نقاد بھی اس سے صرفِ نظر نہ کرسکے گا۔عربی ،پشتو شاعری ہو کہ اردو یا فارسی؛نظم ،غزل میں فانؔی کے تجربے الگ اسلوب اور انداز کے حامل ہیں۔ان کے لکھے ہوئے مراثی ادب کا بڑا سرمایہ ہیں،میں وثوق سے کہتا ہوں کہ مراثی

فانؔی موجودہ اردو ،پشتو اور فارسی ادب میں منفرد حیثیت کے حامل ہیں،انہوں نے اس فن میں کچھ نئے تجربات بھی کیے ہیں ،جسے کسی ایسے نقاد کی ضرورت ہے جو مرثیے کے فن کے رموز و تقاضوں سے آشنا ہو۔فانؔی کی غزل حافظ کی طرح ابہام سے عاری ہے اور اس کی تان محبت کے دلفریب جذبوں پر ٹوٹتی ہے۔ازلی محبوب کے حوالے سے فانؔی نے جن رومانوی جذبوں کا احاطہ کیا ہے'اس سے اردو غزل کا کینوس نکھر کر سامنے آیا ہے'علاوہ ازیں فانؔی کا اسلوب اپنی ایک الگ شناخت بھی سامنے لے کر آتا ہے۔

فانؔی صاحب نے اردو کے نعتیہ ادب کو توانائی بخشی ،غزل کے رموز وعلائم کو نعتیہ شاعری میں سمو کر انھوں نے تغزل کی عجب کیفیات پیدا کیں۔ان کے ہاں موضوع کی یکسانیت نہیں بلکہ مضامین کا تنوع ہے۔نظم ہائے تہنیت،کتب پر ان کے منظوم ومنثور تبصرے،ادب کا حسن ہیں،جسے کسی محقق و نقاد کا انتظار رہے گا،اردو ادب تقاضا کرتا ہے کہ فانؔی صاحب کے احوال و آثار پر تحقیق کی جائے اور ترتیب و تدوین کے عمل سے گزار کر ان کے آثار شائع کر کے عام کیا جائے۔

مولانا رومؒ نے فرمایا تھا کہ میری موت کے بعد مجھے قبر میں تلاش مت کرو ،کہ ''در سینۂ عارف مزارِ ماست''بعینہ فانی صاحبؔ بھی اسی طرح دلوں میں زندہ رہیں گے:

دیۂ سعدی و دل ہمراہِ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

☆ ☆ ☆

ہم کو جینے کی جو حسرت تھی بڑی مہنگی پڑی
اس غم و اندوہ میں یہ زندگی بڑی مہنگی پڑی

اک فریبِ آرزو ہے یہ جہانِ رنگ و بُو
نقشِ فانی کی بظاہر دل کشی مہنگی پڑی

آج انساں کی تباہی میں ہے اس کا اپنا ہاتھ
اس نئی تہذیب کی یہ روشنی مہنگی پڑی

(فانی)